جائے۔ چنانچہ اس نے پہلے فوجی اصلاحات کیں اور فوج کو باقاعدہ طور پر مرکز کے تحت کر دیا۔ مرکزی فوج کی تعداد بقول فرشتہ چار لاکھ پچہتر ہزار تھی اور دیگر اصلاحات کے ساتھ فوجیوں کی تنخواہیں مقرر کر دی گئیں۔ جو مرکزی خزانہ سے ادا ہوتی تھیں۔ ایک اعلیٰ درجے کے سپاہی کی تنخواہ ۲۳۴ ٹنکے (ٹنکہ ایک تولہ سونا یا چاندی کا سکہ تھا اور جدید تحقیق کے مطابق اس کو موجودہ روپے سے تشبیہ دی جاسکتی ہے)۔ درمیانہ درجہ کے سپاہی کی تنخواہ ۱۵۶ ٹنکے اور تیسرے درجہ کے سپاہی کی تنخواہ ۷۸ ٹنکے سالانہ مقرر ہوئی۔ چونکہ اتنی کم تنخواہ پر سپاہیوں کا گزارہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے علاالدین نے روزمرہ کے استعمال میں آنے والی چیزوں کے نرخ حکماً کم کر دیے تاکہ کم تنخواہ پر زیادہ سے زیادہ فوج کو مستقل طور پر رکھا جاسکے اور فوج کے سپاہی اپنی گزر اوقات آسانی سے کر سکیں۔

بادی النظر میں برنی اور فرشتہ کا یہ طرزِ استدلال وزنی معلوم ہوتا ہے اور موجودہ دور کے اکثر مورخ اور نقاد بھی یہی نقطۂ نگاہ رکھتے ہیں کہ قیمتوں پر کنٹرول کا اصل محرک منگولوں کے حملہ کو روکنے کے لیے کم تنخواہ پر زیادہ سے زیادہ فوج رکھنے کا خیال ہی تھا۔ ورنہ علاؤالدین کبھی بھی قیمتوں پر کنٹرول نہ کرتا۔ اس سے مطلب یہی لیا جاسکتا ہے کہ علاؤالدین کو صرف فوج ہی سے دلچسپی تھی اور باقی عوام سے اُسے کوئی ہمدردی نہ تھی۔

جو لوگ علاؤالدین خلجی کی پوری تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ علاؤالدین صرف دنیاوی جاہ و جلال ہی کا مجسمہ نہیں تھا بلکہ وہ اپنے پہلو میں ایک مسلمان کا دل رکھتا تھا۔ وہ ایک مشفق سلطان تھا۔ اسے اپنی رعایا سے بے حد ہمدردی تھی۔ جس کا ثبوت اگرچہ مورخ برنی کے ہاں مفقود ہے لیکن امیر خسرو (۱۲۵۳ء - ۱۳۲۵ء)، امیر حسن سجزی، مورخ عصامی اور چراغ دہلوی جیسے ہم عصر شاعروں، مورخوں اور مشائخ کی تحریروں سے ضرور ملتا ہے۔ ان دوسری ہم عصر تحریروں کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ ان کے مطالعہ سے یہی بات ظاہر ہوتی ہے کہ چونکہ علاؤالدین اپنی رعایا کا ہمدرد تھا، وہ انھیں مصائب میں مبتلا نہیں دیکھ سکتا تھا، اس لیے اس نے ازراہِ ہمدردی عام لوگوں کی فلاح کے لیے قیمتوں کا کنٹرول نافذ کیا۔

یہاں قیمتوں کے کنٹرول کے متعلق تین منڈیوں کا تفصیلاً ذکر کیا جائے گا:

۱۔ غلے کی منڈی

ب - کپڑے کی منڈی

ج - جانوروں اور غلاموں کی منڈی

غلے کی منڈی کے متعلق تقریباً سات ضابطے جاری ہوئے - پہلے ضابطے کے مطابق، تخت یعنی سلطان کی طرف سے اشیائے خوردنی، جن کو زندگی میں بنیادی حیثیت حاصل ہے، کی قیمتیں مقرر کی گئیں۔ قیمتیں مقرر کر دینا بہت آسان بات ہے لیکن مشکل بات ان میں استحکام پیدا کرنا ہے اور استحکام کے لیے دیگر تفصیلات طے کرنا ضروری ہوتا ہے - اس لیے علاؤالدین نے دیگر تفصیلات بھی طے کر لی تھیں اور صارفین کو دکانداروں اور غلے کے سوداگروں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا تھا - اس لیے پہلے ضابطے کے ساتھ دوسرے ضابطے بھی فوری طور پر جاری کر دیے -

"غلہ منڈی" میں پہلے ضابطے پر پوری طرح عمل درآمد کرانے کے لیے نہایت قابل لیکن سخت گیر افسر مقرر کیے - ملک قبول الغ خانی کو جو "نہایت ہوشیار اور تجربہ کار ملک تھا، شحنہ منڈی مقرر کیا۔ اسے زمین کے بڑے بڑے اقطاع دیے گئے - بہت سے سوار اور پیادے بھی دیے گئے - غرض اسے نہایت بااثر اور طاقتور افسر بنا دیا گیا - ایک نہایت ہوشیار اور تجربہ کار شخص کو اس کا نائب مقرر کیا گیا -

افسر خواہ کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں جب تک غلے کی سپلائی کا مناسب بندوبست نہ ہو تو قیمتوں میں استحکام پیدا نہیں ہو سکتا - علاؤالدین نے غلے کی سپلائی کے لیے تخت سے تیسرا ضابطہ جاری کیا کہ سلطانی ذخیرہ دہلی کے لیے بہت بڑی مقدار میں غلہ جمع کیا جائے۔ "دوآب (دریائے گنگا اور جمنا کے درمیانی علاقے سے خالصہ (سرکاری) زمینوں سے خراج غلے کی شکل میں لیا جائے - زرعی اصلاحات کے تحت زمینوں کی پیمائش کے بعد خراج پچاس فی صدی مقرر ہوا تھا - اسلامی فقہ خاص کر ابو حنیفہ کے مکتب فکر کے نزدیک یہ خراج کی آخری حد ہے - اس سے زیادہ اسلامی ریاست میں کوئی وصول نہیں کر سکتا - یہ نشاندہی یہاں پر اس لیے کی گئی کہ اکثر مسلمان نقاد بھی علاؤالدین کے پچاس فی صد خراج وصول کرنے کو زیادتی سمجھتے ہیں - غلہ سلطانی ذخیروں کے شہر دہلی میں جمع ہوتا قرار پایا - یہ بھی حکم دیا گیا کہ جھائن اور اس کے مضافات میں بھی سرکاری ذخیرے قائم کیے جائیں - اس ضابطے کے تحت احکامات اس وقت تک مؤثر نہیں ہو سکتے تھے جب تک غلہ پیدا کرنے والے

سوداگروں کے فرائض کی نشاندھی نہ کردی جاتی، قیمتیں مقرر ہونے سے خاص کر غلّہ کے سوداگران کے لیے کسی منافع کی کشش باقی نہ رہ گئی تھی۔ اس لیے انھوں نے اپنے کاروبار میں دلچسپی لینا چھوڑ دی۔ علاؤ الدین نے چوتھا ضابطہ جاری کیا، جس کے تحت حکم دیا کہ غلہ ڈھونڈھنے والے سوداگروں کو شحنہ منڈی کی رعیت بنا دیا جائے اور ان کے سرداروں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جائے۔ ان کے بیوی بچوں کو حراست میں لے لیا جائے اور انہیں جمنا کے کنارے دیہات میں آباد کیا جائے اور اس وقت تک ان کو نہ چھوڑا جائے جب تک غلہ ڈھونڈھنے کے سلسلے میں اپنے فرائض پورے نہ کریں۔ اس سلسلے میں برنی رقم طراز ہے: ان ضابطوں کے سختی سے نافذ اور قائم ہونے کے بعد منڈی میں اتنا غلہ آنے لگا کہ سرکاری ذخیروں سے غلّہ لانے کی ضرورت نہ رہی اور غلّہ کے نرخوں میں ایک حبّہ کا بھی اضافہ نہیں ہوا۔ غلہ ڈھونڈھنے والے سوداگروں پر سختی بے جا ثابت ہوسکتی تھی اگر کسانوں اور سرکاری کارندوں کو تنبیہ نہ کردی جاتی کہ وہ بھی اپنے فرائض ایمان داری سے ادا کریں۔ اس سلسلے میں چھٹا ضابطہ (پانچویں ضابطے کی تفصیل ابھی آرہی ہے) جاری ہوا۔ حکم ملا کہ سرکاری افسروں اور کارکنوں سے تحریری بیان لے لیا جائے کہ وہ قافلہ والوں یعنی سوداگرانِ غلّہ کو کھیتوں پر جانے سے نہیں روکیں گے۔ ادھر کاشت کاروں کو سختی سے منع کر دیا گیا تھا کہ وہ غلّہ اپنے گھروں کو نہیں لے جائیں گے اور مقررہ نرخوں کے مطابق سرکاری افسروں کی موجودگی میں سوداگرانِ غلہ کو اپنا غلہ فروخت کریں گے۔ اس سلسلہ میں بہت زیادہ سختی سے کام لیا جاتا تھا اور غلہ باقاعدگی سے سرکاری ذخیروں میں جمع ہونے لگا۔

غلہ کی سپلائی کو چور بازاری اور ذخیرہ اندوزی متاثر کرسکتی تھی۔ اس سلسلے میں سلطان نے پانچواں ضابطہ جاری کیا۔ جس کے مطابق "احتکار" یعنی ذخیرہ اندوزی کو ممنوع قرار دے دیا گیا۔ گھر، دوکان یا دفتر میں مقررہ وزن سے زیادہ غلہ نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ سوداگروں، دوکانداروں، بقالوں، کسانوں اور سرکاری افسروں کو سخت تنبیہ کردی گئی کہ کوئی "احتکار" یا ذخیرہ اندوزی نہ کرے۔ کوئی خلاف ورزی کرتا تو غلہ بحق سرکار ضبط کرلیا جاتا اور احتکار یا ذخیرہ اندوزی کرنے والے کو سخت ترین سزا دی جاتی۔

منڈی کے نرخوں کی استقامت اور دیگر معاملات کے متعلق باخبر رہنے کے لیے ساتواں ضابطہ جاری کیا اور تین ذریعوں سے سلطان کو نرخوں اور بازار کے دوسرے معاملات کے متعلق خبریں پہنچتی تھیں۔ ایک

تو شحنہ منڈی ہر روز اپنی رپورٹ پیش کرتا تھا اور دوسرے "برید" واقعہ نویس اپنی علیحدہ رپورٹ دیتا تھا اور تیسرے سلطان کے ذاتی جاسوسوں کی رپورٹیں ہوتی تھیں ۔

برنی لکھتا ہے کہ: "اگر برید اور جاسوسوں کی رپوٹیں شحنہ منڈی کے بیان سے مختلف ہوتیں تو شحنہ منڈی کو وہ سزا دی جاتی تھی کہ بس وہی جانتا ہے ۔"

اس طرح سلطان کے باخبر رہنے سے کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ احکام کی تعمیل میں سوئی کی نوک کے برابر بھی فرق ہو جاتا۔ سلطان کے سخت رویہ کا نتیجہ یہ تھا کہ بارش اور قحط سالی میں بھی نرخوں میں اتار چڑھاؤ پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بقول برنی خشک سالی کے زمانہ میں ایک دو مرتبہ شحنہ منڈی نے جب عرض داشت پیش کی کہ نصف جیتل غلے کا بھاؤ بڑھ گیا ہے تو (مجرم کو) لکڑی کی بیس ضربوں کی سزا دی گئی۔ خشک سالی کے زمانے میں ہر محلہ کی آبادی کے لحاظ سے مناسب غلہ ہر محلہ کے بقالوں کو تقسیم کر دیا جاتا اور عام خریدار کو منڈی سے نصف میں غلہ دیا جاتا تھا۔ غریبوں اور ضعیف لوگوں کا ہر لحاظ سے خیال رکھا جاتا۔ کوئی غریب یا ضعیف آدمی پاؤں تلے دب جاتا تو شحنہ منڈی کو سخت سزا دی جاتی تھی ۔

روٹی کپڑا مکان موجودہ دور کے غریب عوام کے نعرے ہیں۔ روٹی کپڑا مکان کا مطالبہ علائی دور میں بھی شاید زوروں پر تھا۔ اشیاء خوردنی کی قیمتوں کے کنٹرول سے لوگوں کو اپنے پیٹ کا فکر نہ رہا۔ عام ارزانی اور فارغ البالی پیدا ہو گئی۔ چراغ دہلوی کے ملفوظات کے مطابق یہ زمانہ نہایت ہی خوش حالی کا تھا۔ دو تین ٹنکوں یعنی روپوں میں بڑی ضیافتیں نپٹائی جا سکتی تھیں۔ روٹی کا مسئلہ تو حل ہو گیا تھا لیکن اس میں ابھی بنیادی نقص باقی تھا وہ یہ کہ غریب کسانوں کو اس سے نقصان تھا۔ وہ اپنا غلہ یعنی سال بھر کی کمائی تو سرکار کے مقرر کردہ نرخوں پر فروخت کرنے کے پابند تھے لیکن دوسری چیزیں یعنی کپڑا وغیرہ خریدنے کی ان میں استطاعت باقی نہ رہتی تھی - علاؤالدین غریب کسانوں کی اس بنیادی ضرورت یعنی کپڑے کو سستے نرخوں پر مہیا کرنے سے بے خبر نہیں تھا۔ لہٰذا کپڑے کی منڈی وجود میں آئی اور کپڑے کے نرخ مقرر ہوئے اس سلسلے میں پانچ ضابطے جاری ہوئے ۔

پہلے ضابطے کے مطابق بدایوں دروازہ کے نزدیک ایک ویران جگہ پر کپڑے کی منڈی قائم کی گئی۔

اس کا نام سرائے عدل رکھا گیا اور حکم دیا گیا کہ ہر قسم کے کپڑے کی خرید و فروخت سرائے عدل میں ہو۔ دوسرے شہروں سے جو کپڑا لایا جائے وہ کسی کے گھر یا مکان میں نہ اُتارا جائے بلکہ سرائے عدل میں اُتارا جائے اور جو اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا اس کا کپڑا بحق سرکار ضبط کر لیا جاوے گا اور اس کا مالک جرمانہ اور دوسری سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔ اس ضابطہ کی وجہ سے ایک سے سو ٹنکہ تک بلکہ ہزار سے دس ہزار ٹنکہ تک سامان بھی سرائے عدل کے سوا کہیں اور نہیں اُتارا جاتا تھا۔ دوسرے ضابطے کے مطابق مختلف قسم کے کپڑے کی قیمتیں مقرر ہوئیں۔ سرائے عدل فجر کی نماز سے لے کر عشاء کی نماز تک کھلی رہتی تھی۔

تیسرے ضابطے کے مطابق کپڑے کی مارکیٹ کا کنٹرول کرنے کے لیے "دیوانِ ریاست" قائم کیا گیا۔ دیوانِ ریاست میں کپڑے کے تمام سوداگروں کے نام لکھے گئے اور ان سے تحریری معاہدے کر لیے گئے تھے کہ وہ اپنا کپڑا سرائے عدل ہی میں لاکر سرکاری نرخوں کے مطابق فروخت کریں گے۔

چوتھے ضابطے کے مطابق خاص طور پر ملتان کے کپڑے کے سوداگروں سے تحریری معاہدہ کیا گیا کہ وہ دوسرے شہروں سے کپڑا لائیں گے اور سرکاری نرخوں کے مطابق سرائے عدل میں فروخت کریں گے۔ حکومت نے ان سوداگروں کو ۲۰ لاکھ ٹنکے خاص طور پر پیشگی ادا کیے۔

پانچویں ضابطہ کے مطابق یہ حکم دیا گیا کہ قیمتی کپڑے رئیس دیوان ریاست کے پروانے یعنی اجازت کے بغیر نہیں خریدے جا سکتے۔ خاص طور پر باریک کپڑے مثلاً تسبیح، تبریزی، زربفت مختلف اقسام، زرنگار، خز دہلی، کم خواب، شش تری، حریری، بھیرم، دیوگیری وغیرہ کی خرید پر پابندی لگادی گئی غریب عوام تو یہ کپڑے خرید ہی نہیں سکتے تھے۔ امراہی ان کو خریدنے کے قابل تھے۔ یہ پابندی اس لیے لگائی گئی تھی کہ ایک تو طبقاتی احساس زیادہ نہ بڑھے اور دوسرے یہ خطرہ تھا کہ کوئی سرائے عدل سے سستے داموں کپڑا خرید کر باہر کے شہروں میں زیادہ قیمت پر فروخت کرنے کا مرتکب نہ ہو۔

غلہ اور کپڑے کے نرخوں کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کپڑے کی نسبت غلہ سستا تھا۔ کپڑا غالباً اس لیے مہنگا تھا کہ اس کی پیداوار کم تھی اور بھر برنی نے زیادہ تر اعلیٰ قسم کے کپڑوں کی قیمتیں درج کی ہیں۔ موٹا کھردرا کپڑا ایک ٹنکے یعنی ایک روپے کا بیس گز آجاتا تھا اور غریبوں کو تن ڈھانکنے کا فکر نہیں رہا

تھا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، روٹی، کپڑا، مکان آج کا معروف نعرہ ہے۔ علائی عہد میں یہ نعرہ غالباً یوں تھا۔ روٹی کپڑا استھان۔ استھان سے مراد گھوڑا ہے اور اس زمانے میں گھوڑے کی بہت زیادہ اہمیت تھی۔ گھوڑے جنگوں میں استعمال ہوتے تھے اور جس رئیس یا حکمران کے پاس گھوڑ اسوار زیادہ ہوتے تھے وہی طاقت ور ہوتا تھا۔ جنوبی ہندوستان کے ہندو راجے مسلمانوں کی آمد سے پہلے گھوڑوں کی اہمیت جان چکے تھے۔ وہ عرب اور ایران سے بھاری رقوم خرچ کرکے گھوڑے منگواتے۔ علائی عہد میں چونکہ منگولوں کے مسلسل حملوں کی وجہ سے تجارتی راستے بند ہو گئے تھے۔ عرب اور ایران سے گھوڑے نہیں منگوائے جا سکتے تھے۔ اس لیے علاؤالدین نے گھوڑوں اور دیگر چوپایوں کی قیمتیں بھی مقرر کر دیں۔

گھوڑوں اور دیگر جانوروں کی قیمتیں مقرر کرنے کے متعلق تخت سے چار ضابطے جاری ہوئے۔

پہلے ضابطے کے مطابق سرکاری لشکر میں استعمال ہونے والے گھوڑوں کو قسموں کے لحاظ سے تین درجوں میں تقسیم کیا گیا۔

دوسرے ضابطے کے مطابق گھوڑوں کے سوداگروں اور دلالوں کو بازار میں گھوڑوں کی خرید سے سختی سے منع کر دیا گیا۔ اور وہ گھوڑوں کی مارکیٹ کے نزدیک پھٹک بھی نہیں سکتے تھے۔

تیسرا ضابطہ بھی سوداگروں اور دلالوں کی گوشمالی ہی کے لیے تھا۔ سوداگر اور دلال ہیرا پھیری سے باز نہیں آتے تھے تو اُن کی باز پُرس سختی سے ہوتی تھی۔

چوتھا ضابطہ گھوڑوں کی قسم اور قیمت کی چھان بین کے متعلق تھا اور اگر جنس و قیمت میں اس کے نافذ کیے ہوئے ضابطوں سے کچھ فرق نکلتا تو بڑے بڑے دلالوں کو واجبی سزا دی جاتی اور وہ ایسی ہوتی کہ دوسروں کے لیے تنبیہ کا کام دیتی۔

دوسرے چوپایوں کے متعلق بھی اس قسم کے ضابطے جاری ہوئے۔ غرض علاؤالدین خلجی نے ہر قسم کی چیزوں کی قیمتیں مقرر کیں۔ یہاں تک کہ کلاہ (ٹوپی)، موزہ، کنگھی، سوئی، گنا، سبزی، شوربہ، حلوہ، صابون، ریوڑی، نان، مچھلی، چھالیہ اور گلاب کے پتوں کی قیمتیں مقرر کیں۔

قطع نظر اس کے کہ پرائس کنٹرول سسٹم سارے ملک میں نافذ تھا یا نہیں۔ دہلی میں نافذ شدہ پرائس

کنٹرول تقریباً چودہ پندرہ سال تک کامیابی سے چلتا رہا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ یہ پوری سوچ بچار کے بعد نافذ کیا گیا تھا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ جب قیمتیں ایک دفعہ مقرر ہو جاتیں تو ان میں تبدیلی ہرگز نہ ہونے پاتی۔ خواہ خشک سالی ہو یا قحط سالی، کیا مجال کہ قیمتوں میں ردّ و بدل ہو۔ اگر کوئی تبدیلی ہوتی تو اس کے ذمہ دار بازاروں کے افسر ہوتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ایک دو دفعہ شحنہ منڈی ملک قبول نے سلطان کے سامنے گندم کی قیمت میں آدھ جیتل زیادہ ہونے کے متعلق اطلاع دی تو شحنہ منڈی کو لکڑی کی بیس ضربیں لگائی گئیں۔ یہ وہ افسر ہے جو ساری مارکیٹوں کا انچارج تھا اور جس کے تقرر کے وقت سلطان نے اپنے ہاتھوں سے جاگیریں دے کر اس کے اثر و رسوخ کو بڑھایا تھا اور پھر وہ سلطان کے مقربوں میں سے بھی تھا۔ انصاف ہو تو ایسا ہو۔

تیسرا سبب یہ تھا کہ بازار میں جتنے بھی افسر مقرر کیے گئے بے حد ایماندار اور انتہائی طور پر سخت تھے۔

بعض مؤرخین نے اس سختی کو ظلم قرار دیا ہے۔ علاؤالدین اور اس کے افسروں کو ظالم قرار دیا ہے۔ یہ ناانصافی ہے۔ سختی کرنا اور بات ہے، ظلم کرنا اور بات ہے۔ لوگوں سے قانون کی پابندی کرانا ظلم نہیں ہے۔ تاریخ میں ظلم کی اصطلاح اس وقت استعمال ہوتی ہے جبکہ ناجائز طور پر لوگوں کو تنگ کیا جائے۔ پرائس کنٹرول سسٹم کے سلسلہ میں علاؤالدین یا اس کے افسروں کا سختی کرنا ظلم نہیں تھا بلکہ وہ سب کچھ غریب عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ہو رہا تھا۔ دوکانداروں، دلالوں، بقالوں اور تاجروں کو دھوکہ دہی، فریب اور ہیرا پھیری سے سختی کے بغیر ٹھیک نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تاریخ کا سبق ہے۔ اس سلسلے میں اگر نرمی برتی جائے تو قیمتوں میں کبھی استحکام پیدا نہیں ہو سکتا۔

چوتھی بات سلطان علاؤالدین کی منڈیوں اور بازاروں پر ذاتی نگرانی تھی۔ وہ منڈی کے تمام معاملات میں ذاتی دلچسپی لیتا تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے غلام بچوں کو بیس بیس دام دے کر بازار سے چیزیں خریدنے کے لیے بھیج دیتا تھا۔ کوئی ریوڑی لاتا، کوئی نان لاتا، کوئی ککڑی اور کوئی خربوزہ لاتا۔ سلطان

شحنہ منڈی کو بلاتا اور غلام بچوں کی لائی ہوئی چیزوں کا وزن اور قیمتوں کے لحاظ سے چھان بین کرتا اور اگر کوئی کمی بیشی ہوتی اور یقیناً ہوتی تھی کیونکہ دہلی کے دوکاندار ہیرا پھیری سے اور بچوں کو تول میں کم چیزیں دینے سے باز نہیں آتے تھے، تو شحنہ منڈی اسی وقت بازار چلا جاتا اور جو دوکاندار مجرم ہوتا اسے انتہائی سخت سزا دیتا۔

پانچواں سبب یہ تھا کہ سرکاری حکام اور رعایا نے سلطان کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا۔ اگر سرکاری افسر اور عوام تعاون نہ کرتے تو سلطان کے سارے ضابطے اور ساری سختی بے اثر ہو کر رہ جاتی۔ بہر حال سلطان علاؤالدین خلجی کا پرائس کنٹرول سسٹم نہایت ہی کامیاب رہا اور تقریباً چودہ پندرہ سال کامیابی سے چلتا رہا۔

اگر آج بھی علاؤالدین کی طرح سختی سے قیمتوں پر کنٹرول کیا جائے، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی، کم تول اور ملاوٹ پر سخت ترین سزائیں دی جائیں اور بازاروں میں سخت ترین لیکن باثر اور ایماندار افسر مقرر کیے جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ قیمتوں میں استحکام پیدا نہ ہو۔

انڈونیشیا : از شاہد حسین رزاقی

یہ کتاب جمہوریۂ انڈونیشیا کا ایک مکمل خاکہ ہے جس کے مختلف ابواب میں تاریخی تسلسل کے ساتھ اس ملک کے حالات اور اہم واقعات قلم بند کیے گئے ہیں اور دینی، سیاسی، معاشی اور ثقافتی تحریکیں، جنگِ آزادی اور قومی اتحاد و استحکام کی جدوجہد، نئے دور کے مسائل اور قومی تعمیر و ترقی کے امکانات جیسے تمام اہم پہلوؤں پر اس انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے کہ انڈونیشیا کے ماضی و حال اور مستقبل کا نہایت واضح نقشہ نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔ اس کتاب کا نیا ایڈیشن طبع ہو گیا ہے جس میں ۱۹۷۳ تک کے حالات و واقعات قلم بند کیے گئے ہیں۔

صفحات ۴۶۴ قیمت ۱۵ روپے

ملنے کا پتہ : ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

مخطوطات کتب خانہ فاضلیہ گڑھی افغاناں

۲۔ عربی مخطوطات

۱۔ التبیان فی آداب حملۃ القرآن ۔۔ ابوزکریا یحییٰ، تصنیف ۶۶۶ھ، کاتب اخوندمیر سیف الدین کتابت ۱۲۷۹ھ، ص ۱۳۷، نمبر ۵۳۰

۲۔ شاطبیۃ اللامیہ (حرز الامانی ووجہ التہانی) ۔۔ ابومحمد قاسم بن فیرۃ الشاطبی (م ۵۹۰ھ)، ص ۱۵۰، نمبر ۴۶۳۔

۳۔ شرح جزریہ ۔۔ ص ۵۰، نمبر ۴۷۷

۴۔ طیبہ النشر فی قرأت العشر ۔۔ محمد بن محمد بن جزری (م ۸۳۳ھ)، ص ۱۵۳، نمبر ۴۶۷۔

۵۔ قصیدۃ مزدوجہ ۔۔ ابوعبداللہ محمد بن حسین موصلی حنبلی، ص ۸، نمبر ۴۵۹۔ ب

۶۔ کنز المعانی فی شرح حرز الامانی ۔۔ ص ۲۱۸، نمبر ۴۶۲

۷۔ موردالضمان ۔۔ عبداللہ محمد بن محمد، کاتب نور محمد، ص ۵۷، نمبر ۴۵۹۔ ج

حدیث

۸۔ حصن الحصین ۔۔ شمس الدین محمد بن محمد الجزری (م ۸۳۳ھ)، ص ۲۴۶، نمبر ۳۱

۹۔ خلاصہ فی معرفۃ الحدیث ۔۔ ص ۲۱۵، نمبر ۱۴۴

۱۰۔ شرح الرسالہ ۔۔ تصنیف ۱۲۷۴ھ، کتابت ۱۲۷۴ھ، ص ۴۲، نمبر ۱۴۳۔ ج

۱۱۔ شرح نخبۃ الفکر ۔۔ علی بن سلطان القاری (م ۱۰۱۴ھ)، ص ۵۵۱، نمبر ۱۴۵

۱۲۔ شمائل الترمذی ۔۔ محمد بن عیسیٰ الترمذی (م ۲۷۹ھ)، کتابت ۱۰۱۸ھ، ص ۱۰۴، نمبر ۶۱

۱۳۔ طیبی ۔۔ حسین بن عبداللہ بن محمد الطیبی (م ۷۴۳ھ)، ص ۱۰۱، نمبر ۶۴

۱۴- کوثر النبی — ص ۲۶۵، نمبر ۱۰۲

۱۵- لامع الصبیح — محمد اکمل، تصنیف ۱۲۷۵ھ، کاتب سید غلام علی شاہ، ص ۶۱، نمبر ۱۰۰۔

۱۶- مبارق الازہار شرح مشارق الانوار — عبد اللطیف بن عبد العزیز ابن الملک (م ۹۱۵ھ) ص ۵۹۹، نمبر ۱۳۰۔

۱۷- مختصر لمعرفت الحدیث — ص ۲۰، نمبر ۱۴۳ - ل

۱۸- مرقاۃ المفاتیح لمشکوٰۃ المصابیح — علی بن سلطان محمد القاری (م ۱۰۱۴ھ)، ص ، نمبر ۱۰۹

فقہ و اصولِ فقہ

۱۹- اصول الشاشی — اسحاق بن ابراہیم الشاشی، کاتب عتیق اللہ بن غلام حسین، کتابت ۱۲۴۲ھ ص ۲۴۹، نمبر ۲۸۰

۲۰- اصول الشاشی — اسحاق بن ابراہیم الشاشی، ص ۳۵۷، نمبر ۲۷۹

۲۱- الایضاح (جلد اول) — تصنیف ۹۲۸ھ، کاتب عثمان بن شعیب، ص ۴۶۰، نمبر ۲۸۶

۲۲- البرہان فی شرح مواہب الرحمٰن (جلد اول) — ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی (م ۹۲۲ھ) کاتب مولوی عنایت اللہ، کتابت ۱۲۸۱ھ، ص ۳۷۳، نمبر ۳۰۰

۲۳- البرہان فی شرح مواہب الرحمٰن (جلد دوم) — ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی (م ۹۲۲ھ)۔ کاتب مولوی عنایت اللہ، کتابت ۱۲۸۱ھ، ص ۴۹۹، نمبر ۳۰۱

۲۴- تہذیب الفتاویٰ — ص ۳۷۲، نمبر ۲۹۵ - ل

۲۵- چلپی (جلد اول) / ذخیرۃ العقبیٰ — یوسف بن جنید اخی چلپی، تصنیف ۸۹۱ھ - ۹۰۱ھ کاتب عبد الغفور، کتابت ۱۲۱۲ھ، ص ۲۷۸، نمبر ۳۱۰

۲۶- حاشیہ — کتابت ۹۸۶ھ، ص ۲۹۸، نمبر ۳۱۳

۲۷- حسامی المنتخب — حسام الدین محمد بن محمد بن عمر (م ۶۴۴ھ)، کاتب عتیق اللہ بن غلام حسین، کتابت ۱۲۴۲ھ، ص ۲۴۴، نمبر ۲۸۶